معرکۂ کربلا — اتفاق یا منصوبہ

م۔ر۔عابد

معرکۂ کربلا نے جو فوری اور دیرپا اثرات مرتب کئے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اسی طرح اس میں جو ہمہ گیر جاذبیت اور گہری اپیل ہے اس کی تازگی بھی زمان ومکان کے کسی قید کو تسلیم نہیں کرتی۔ یوں تو بڑی سے بڑی اثر دار معرکہ آرائیاں، نتیجہ خیز انقلابی کاروائیاں، نمودار افادی کارگزاریاں مشکل سے ہی جغرافیائی، نسلی، تہذیبی وعمرانی (Social) حدوں کو پار کر پاتی ہیں اور اگر کہیں اس میں کامیاب بھی ہوجائیں تو صدیوں کی پر پیچ وادیوں کو عبور کرنے کی سکت جٹا نہیں پاتیں۔ سب کا قریب قریب ایک جیسا حشر ہوتا ہے کہ بند کتابوں میں رہ کر زیادہ سے زیادہ ایک محدود ومخصوص طبقہ کی دلچسپی وتوجہ کا مرکز ہی بن پاتی ہیں۔ لیکن کربلا آج بھی اپنی تمام تر جاذبیت، اثر آفرینی اور مقبولیت کے ساتھ زندہ وتابندہ ہے اور اس طرح کہ اس کی یاد ویادگاری کے نت نئے جہات کھلتے، پھیلتے اور بڑھتے جاتے ہیں

ہے قافلۂ جرأتِ رفتار سفر میں
— وحید اختر

پھر کربلا کی اس جرأت رفتار کے فلسفہ کو ذکر وتذکرہ اور یادگاری کے معجزے پر محمول کرنے کی بھی کوئی منطق نہیں، کیونکہ اپنے ذاتی اثر وتاثر سے کھوکھلا کوئی بھی واقعہ یا کارنامہ محض یادگاری کی رسمی بیساکھیوں کے سہارے زیادہ نہیں چل پاتا، چاہے اس میں جتنی ہی ابلاغی قوت وطاقت اور اقتداری زور ودبدبہ کو لگا دیا جائے۔ کربلا کی یہ آفاقی وعمودی (Horizontal & Vertical) ہمہ گیری، توانائی، جذبی تابندگی، فکری تازگی اور نمودار انقلاب آفرینی یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ کیا کربلا صرف ایک اتفاقی واقعہ ہے جو حالات وکوائف کی ناگہانی ترکیب اور اس کے شعوری یا غیر شعوری ردعمل سے ظہور میں آیا یا پھر یہ کوئی سوچا سمجھا فکری وعملی منصوبہ یا چالاکی سے رچی ہوئی کوئی سازش۔ اس کا پتہ لگانے کا تحقیقی پروجیکٹ تو بڑا ہی پیچیدہ، دقیق اور طوالت طلب ہے لیکن یہاں 'شعاع عمل' کے طور پر ایک سرسری جائزہ لینے کی کوشش کی جائے۔

آیئے کربلا کے اہم بلکہ (شاید) آخری محاذ دربار یزید سے ہی ابتداء کی جائے۔ اسیران کربلا کا لٹا ہوا معصوم نگاہ قافلہ سامنے ہے۔ یزید خوشی سے سرمست (یا بدمست) فخر ومباہات کے جشنی (Festive) ساز پر کچھ اس طرح گاتا ہے:- کہاں ہیں بدر میں مارے گئے میرے پُرکھے مجھے شاباشی دیں۔۔۔!!۔۔۔ کہاں کی وحی! کہاں کا الہام!! یہ تو بنی ہاشم کا ایک ڈھونگ تھا جو حکومت حاصل کرنے کے لئے رچا گیا تھا۔

نوٹ کیجئے۔ ذرا انصاف کی سراغ رساں دوربین سے دیکھئے۔ عیش وعشرت کے پروردہ شہزادے بزرگوں کے پرانے اقدار کو کیوں یاد کرنے لگے اور پھر تخت مل جانے کے

بعد اور وہ بھی ایسے کام کے پورا ہونے پر جس کا کریڈٹ اسے دینے میں کسی عام وخاص کو ذرہ برابر تامل بھی نہ ہو۔ ظاہر ہے یزید اس محل میں پل پوس کر جوان ہوا ہے جس کی شان وشوکت سے قیصر و کسریٰ کے محل شرمار ہے تھے۔ یزید کو مملکت ترکہ میں ملی ہے، عیش وعشرت میں اس کی دھاک جمی ہوئی ہے۔ اس کی سلطنت کو کسی قسم کا خطرہ بھی نہیں۔ ایسے میں اپنی (بزعم خود) کامیابی کے جشن میں اسے اپنے پرکھوں کو یاد کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور پھر اس کے اس 'کارنامہ' کو کوئی بھی بزرگوں کی دعاؤں کی برکت بھی کہنے والا نہیں ہے۔ ایسے میں وہ 'جے جے کار' سے گونجتے دربار میں اپنی خودنمائی اور خودستائی کے بجائے شاباشی لینے کو گڑے مردے اکھاڑتا ہے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے جب پہلے کے ادھورے چھوٹے ہوئے کسی انتہائی اہم کام کو پورا کر رہا ہو اور عیش کی رنگینیوں، رنگ رنگیلیوں سے مردہ 'ضمیر' بھی اپنے سر سہرا باندھنے کی اجازت نہیں دیتا یا پھر وہ تحت الشعور میں اپنے کو مجرم سمجھ کر اپنے کئے دھرے کو دوسروں کے سر منڈھنے کا عین نفسیاتی عمل انجام دے رہا ہو۔ یہاں غالباً دونوں باتیں صادق آتی ہیں۔ بہرحال یہ اشارہ تو آسانی سے مل سکتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ کوئی سازشی منصوبہ تھا جس کی جڑیں بہت دور سے ملتی ہیں، کم ازکم بدر تک سے تو جڑی ہیں۔

جب سراغ رسانی کو یزید نے بدر تک پہنچا دیا تو اور کہیں در بدر کیوں ہوا جائے، بدر سے ہی کارآمد مواد اور ثبوت اکٹھا کرنے کی کوشش کی جائے۔ بدر کے اسباب وعوامل ظاہر ہیں۔ اس کے سربراہ کار یا چیف اگزیکیوٹیو (Chief Executive) کی نشان دہی تاریخ کر ہی دیتی ہے۔

اس پر نگاہ رکھی جائے یہاں تک اس کی زندگی کے ایک دور اہے اور تاریخ کے اہم موڑ فتح مکہ تک پہنچ جائے۔ بدر کا یہی مکھیا اسلام اور رسولؐ اسلام کے خلاف تقریباً سبھی متشدد وجارحانہ معرکہ آرائیوں کی منصوبہ سازی، رابطہ کاری اور کارزار کے سربراہ یعنی کماندار اعظم (Commander-in-Chief) کے روپ میں اپنی پہچان بنا چکا ہے، آج بھی کافی دوڑ دھوپ اور ادھر ادھر کرنے کے بعد آخر کار ایک گوشہ میں عم رسولؐ جناب عباس سے سرگوشی کرتا نظر آرہا ہے:۔۔۔۔۔۔ ''عباس دیکھا! عبداللہ کے یتیم نے اتنا بڑا لشکر اور اتنا فوجی ساز وسامان جمع کر رکھا ہے۔۔۔۔''

اور پھر ایک ہی پینترے میں خود مسلمان ہوجانے کا اعلان بھی کردیتا ہے۔ بیک جنبش نظر یہ مسلمان ہوگیا لیکن کیا یہ اپنی حیثیت جو مکہ کے بے تاج بادشاہ کی بن چکی تھی اس کی محرومی سے سمجھوتہ کرسکا اس کا جواب لینے کے لئے آگے دیکھنا پڑے گا۔

کچھ ہی عرصہ میں رسولؐ کے اٹھ جانے کے بعد، سقیفہ کی کاروائی کے فوراً بعد مہم جوئی کا یہ بوڑھا کماندار پردۂ شب میں حضرت علیؑ کو ان کے حق (خلافت) حاصل کرنے کے لئے اپنی سیاسی حمایت اور فوجی کمک کی بڑی زوردار پیش کش (Offer) کرتا ہے۔ ایک طرف فوجی مہم جوئی اور معرکہ سازی کی شہرت کا تجربہ کار ومقتدر قائد جس نے کبھی ہار نہ مانی اور دوسری طرف میدان حرب وضرب کا مسلم الثبوت سورما جس نے کبھی ہار نہ دیکھی۔ یہ درپردہ پیش کش بظاہر Complimentary اور Complementary یعنی

مودبانہ اور (باہمی مفادات کو) مکمل کرنے والی مناسب ومتناسب اور قابل قبول تھی۔ لیکن جواب بڑا ہی عجیب اور بظاہر بے محل اور بے ربط سا ہے۔ ''تم اسلام کے بھی خواہ کب سے ہو گئے۔۔۔۔'' یہ جواب مسلم دانشوری کی قوی ترین علامت اور نہج البلاغہ والی بلاغت نظر و بیان کے مالک کا ہے۔ اس سے آفر دینے والے اور خود آفر کی مشتبہ حیثیت کو تقویت ملتی ہے۔

سقیفہ کے خلاف مہم جوئی کا حوصلہ رکھنے والا یہی شخص دوسری کروٹ سقیفہ میں ہی بنا پڑنے والے ادارہ کا اعتماد کتنا اور کیسے حاصل کر لیتا ہے کہ اپنے سگے لوگوں کے لئے گورنری تک کے حصول میں کامیاب ہوجاتا ہے اور ایک وقت میں (اپنے خاندان والوں سے مخاطب ہو کر) یہ تک کہہ بیٹھتا ہے کہ یہ لو حکومت کو اب کھلونے کی طرح کھیلو۔ اور تاریخ میں یہ 'کھیل' دیکھا جا سکتا ہے کہ کس طرح خلافت کو یرغمال بنا کر اسے ملوکیت میں تبدیل کر دیا گیا۔

اب ان تمام منظروں کو یزید کے بیان کے پس منظر میں دیکھئے تو کیا ایک بڑے سازشی منصوبہ کی کارفرمائی صاف نظر نہ آئے گی۔ گزشتہ صدی کے ایک نمایاں اہل نظر و اہل سخن کے بقول ؎

بعد پیغمبرؐ ہوئی تھیں کس طرح سرگوشیاں
کیا دبے پاؤں، چلے تھے سازشوں کے کارواں
ہاں انہی کی ایک تاریخی کڑی ہے کربلا

ہمیں پہلے کے بھی کچھ معروف مقولے ملتے ہیں ؎

☆　حسینؑ سقیفہ کے دن قتل ہوئے۔

☆　حسینؑ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے۔

یہ مقولے کس کے ہیں اور کس حد تک حقیقت پر مبنی ہیں ان سے قطع نظر، کم از کم یہ بات تو صاف ہو جاتی ہے کہ یہ سوچ (کہ کربلا کسی سازشی مہم کا نتیجہ ہے) پہلے سے موجود ہے۔ اس سوچ اور نظریہ کو تقویت دینے والی اور بھی تاریخی کڑیاں تلاش کی جا سکتی ہیں۔

یہ رہی ایک طرفہ سازش کی بات۔ اب اس سازش کے مقابل بھی کوئی منصوبہ تھا کہ نہیں، اس کے لئے پھر دربار یزید چلا جائے۔ یزید کو جو کہنا تھا کہہ چکا۔ اس کا تاریخ ساز جواب اسلام کے سب سے بڑے محافظ و محسن ابوطالبؑ کی مدبر پوتی، علیؑ کی دلیر و باحکمت لاڈلی اور حسینؑ کی زیرک وجری مانجائی دیتی ہے۔ اس برجستہ و برمحل و تیر بہ ہدف جامع ومانع خطبہ میں حمد الٰہی، ذکر رسولؐ، حقانیت اسلام کا اثبات، مظالم کی کوتاہ عمری، ظالم کا قیامت میں حشر وغیرہ کے بیان کے ساتھ یزید کو ایک بڑی معنوی للکار بھی ہے۔۔۔۔ ''اے یزید! جتنا ظلم وستم کرنا ہے کر ڈال۔۔۔۔ تو ہمارا ذکر مٹا نہ پائے گا۔۔۔۔''

اس للکار کے زور اور پریقین لہجہ سے عندیہ ملتا ہے کہ یزید کا کام تو تمام ہو گیا لیکن مقابل میں ایک زیادہ طویل مدتی منصوبہ ہے جسے یزید چھو بھی نہیں سکتا۔ اس کا نتیجہ آنا باقی ہے (یہ نتیجہ یزید، یزیدیت اور یزید سازی سب کی خبر رکھے ہوئے ہے اور یقیناً سب کی خبر بھی لے لے گا۔) اس کے علاوہ اس منصوبہ کا رسولؐ سے سلسلہ ملنے کا اشارہ بھی خطبہ میں مل سکتا ہے۔

خود رسولؐ مقبول اور اہلبیتؑ کے دوسرے افراد سے منسوب کربلا کے متعلق پیشین گوئیاں ملتی ہیں۔ انھیں اگر

محض ایمانی وروحانی وعقائدی دنیا تک محدود نہ کیا جائے تو انہیں ایک عاقبت اندیشی اور دور بینی سے کی گئی (آنے والے حالات کی) پیش قیاسی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بہرصورت اس میں منصوبہ کی بوتوملتی ہے۔ اگر کسی کو پہلے سے حالات یا کسی انجام کا علم ہوجائے تو اسے اپنے مقصد میں ڈھال لیناہی عقلمندی ہے۔ مقصد میں ڈھالنا خود ایک منصوبہ ہے جو کسی وسیع تر منصوبہ کا جز بھی بنایا جاسکتا ہے۔

اُدھر شہدائے کربلا کی زیارتوں پر بھی ایک نظر کی جائے۔ یہ تاثراتی زیارتیں امام عالی مقامؑ کے افراد خاندان بلکہ ان کی براہ راست وراثت کے سلسلہ کی معتبر ومستند ہستیوں سے منقول ہیں جن کے اعتبار وصداقت وبصیرت پر دشمن تاریخ کی بھی مہر ہے۔ ان میں امام کی مظلومیت اور صبروحق پر زور کے ساتھ ساتھ انھیں رسولؐ مقبول بلکہ ایک پورے سلسلۂ رشد کے وارث کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔ اوران کی حیات وموت کو قابل رشک کامیابی وکامرانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کی عبارت اور بین السطور سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وارثوں کے بقول امامؑ اوران کی مثالی جماعت کا کارنامہ محض انفرادی اور 'دم بریدہ' نہ ہوکر ایک سلسلہ سے مربوط تھا جو یقینی طور سے اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی سے ہم کنار بھی ہوا۔ یہ بھی منصوبہ کی نشاندہی ہے۔

گھر والوں کی پیشین گوئیاں اور تاثرات دونوں بیک زبان کربلا کے منصوبہ ہونے کی تھیوری (نظریہ) کو تقویت دیتے ہیں۔

ادھر سقیفہ کے بعد اپنے حق کے حصول کی خاطر توانا پیش کش کا حضرت علیؑ کا قبول نہ کرنا بتاتا ہے کہ یا تو وہ خلافت کو اپنا حق ہی نہیں سمجھتے تھے (جس کے خلاف خود حضرت کے متعدد بیانات اور دوسرے قرائن موجود ہیں) یا پھر پہلے سے اپنا کوئی علاحدہ سوچا سمجھا منصوبہ تھا جس سے یہ پیش کش یا اس کا انداز، وقت یا اس کا مقصد کسی طرح ہم آہنگ نہ تھا۔ اس کے بعد ایک مرحلہ پر آپ کا خلافت قبول کرلینا اور پہلی فرصت میں بیک جنبش قلم پہلے کے سبھی گورنروں کا معزول کرنا، یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ کو سردست نہ چھونے کا نمایاں سیاسی مبصروں کے مشورہ کو یک لخت مسترد کردینا، یہ سب حضرت علیؑ کی کسی حکمت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ پھر جس طرح صلح حسنؑ کی سبھی شرطوں سے امام حسینؑ کو حمایت وموافقت ملی اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کربلا حسینؑ اور ان کے پیشرووں کا ایک منصوبہ تھی۔ تاریخ کے کسی تجزیاتی مطالعہ سے اس کے اور بھی آثار وثبوت تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

اس طرح بالآخر یہ صاف ہوجاتا ہے کہ کربلا اتفاق یا غیرارادی مظاہرہ نہیں بلکہ ارادی کارسازی ومنصوبہ ہے۔ وہ بھی دوطرفہ اور کئی نسلوں کا طویل مدتی۔ دونوں فریق اپنی اپنی راہ سے اپنے اپنے انداز میں کربلا تیار کررہے تھے۔ دونوں کی نگاہیں مختلف اور مطمع نظر جدا جدا تھے۔ وہیں دونوں کے مقصد ومنشا میں بھی کسی اتحاد کا شائبہ بھی نہیں ملتا۔ ہاں طرفین کے منصوبے کے محرکات وموثرات ایک جیسے ہوسکتے ہیں لیکن اثرات ونتائج میں زمین آسمان کا فرق دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سازش اور یہ منصوبہ کیا تھے اور ان کے جزئیات کی تفصیلی آگاہی کی ضرورت ہے۔ ❁❁❁